فرحت غوث

ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد ۔

ڈاکٹر طیبہ نگہت

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد۔

احمد جاوید کے افسانوں میں حیوانات کی علامتی حیثیت

Farhat Ghous
MPhil Scholar, Department of Urdu, Govt College Women University, Faisalabad.
Dr. Tayyaba Nighat
Assistant Professor, Department of Urdu, College Women University, Faisalabad.

The Symbolic Significance of Animals in Ahmad Javed's Stories.

Ahmad Javed is a famous Pakistani Fiction writer. Ahmad Javed short stories are written in a symbolic style. Through symbolism he not only critiques the external environment but also make the inner emotion of individuals in his fiction. His stories are deeply in many of Ahmad Javed stories symbol such as insects and animal can frequently by found.

Key Words: *Fiction, Writer, Stories, Symbolic Style, Critical, Animal.*

احمد جاوید کا شمار پاکستان کے معروف افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ احمد جاوید نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی وہ سیاسی اور معاشی ابتری کا شکار تھا۔ احمد جاوید ستر کی دہائی کے معروف افسانہ نگار ہیں۔ احمد جاوید کے افسانے فکری اعتبار سے اپنے معاشرے کے معاشی اور سماجی موضوعات کے گرد گھومتے ہیں۔ احمد جاوید نے علامتی انداز میں سیاسی اور معاشی ناہمواریوں کو موضوع بنایا ہے۔ احمد جاوید کے ہاں موضوعات کی وسعت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

> ”لکھتا ہوں اور کاٹتا ہوں۔ کاٹتا ہوں اور لکھتا ہوں مگر یہ آسیب زدہ رات کچھ ایسی طویل ہے نہ لکھی جاتی ہے نہ کاٹی جاتی ہے۔“(۱)

احمد جاوید نے بھی اپنے معاشرے میں ہونے والے تمام مسائل کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور ان کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ احمد جاوید کے افسانوں میں نئے موضوعات نے جنم لیا۔ احمد جاوید ایسی علامتیں وضع کرتے ہیں جن کے معنی واضح اور متعین ہیں۔ احمد جاوید کے افسانوں میں کردار تو موجود ہیں مگر وہ انہیں کسی نام سے نہیں پکارتے۔

احمد جاوید کی شناخت یہ ہے کہ وہ منظر دکھانے کے بجائے قاری کو اس میں اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ احمد جاوید معاشرے کی بے حسی پر طنز کرتے ہیں۔ جس میں انسان نے خود کو بھلا کر زندگی گزارنا شروع کر دی ہے۔

> ”دن پر دن بیتے جا رہے ہیں۔ جیسے صدیاں گزر گئی ہوں جس کا یہ موسم گزرتا ہی نہیں۔“(۲)

احمد جاوید کی بیشتر کہانیوں میں کیڑے مکوڑے اور جانوروں کی علامتیں ملتی ہیں۔ احمد جاوید کے افسانے علامتی انداز میں ہیں۔ احمد جاوید نے علامتی انداز میں نہ صرف خارجی ماحول پر تنقید کی بلکہ فرد کی داخلی کیفیات کو بھی افسانے کا موضوع بنایا۔ احمد جاوید نے فرد کی داخلی کیفیات اور واردات کو بیان کیا ہے۔

احمد جاوید کے افسانوں میں داخلیت کا عنصر نمایاں ہے۔ ان کے کردار اندر کی آواز سنتے ہیں اور تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

> ”چڑیا نے بولنا شروع کیا ہے۔۔۔۔ چڑیا نہیں ہے مگر بول رہی ہے۔۔۔۔ مگر وہ کیسے نہیں ہے۔۔۔۔ نہ ہوتی تو بولتی کیسے۔۔۔۔ بولتی ہے تو یقیناً ہوگی۔۔۔۔ اور گھونسلہ روشن دان میں ہوگا۔۔۔“(۳)

احمد جاوید کا افسانوی مجموعہ ”چڑیا گھر“ اس کے تمام افسانے انہی موضوعات پر مشتمل ہیں۔ جو غیر علامتی کہانی کے ہیں۔ اس کے موضوعات کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے۔ احمد جاوید نے اپنے افسانوں میں گرد و پیش کی صورت حال کو مدِ نظر رکھا۔ احمد جاوید نے اپنے افسانوں میں خود آگہی کی طرف توجہ دلائی۔ جنگل جانور آدمی ایسا ہی افسانہ ہے۔ احمد جاوید نے معاشرے کی بے حسی پر طنز کرتے نظر آتے ہیں۔ جس میں انسان نے خود کو بھلا کر زندگی گزارنا شروع کر دی۔

ڈاکٹر نوازش علی احمد جاوید کے اسلوب کے ضمن میں کہتے ہیں:

"اس کے ہاں چھوٹے چھوٹے بامعنی جملے بکثرت ملتے ہیں۔ طویل جملہ "غیر علامتی کہانی" میں کم کم ہی ملتا ہے۔ خاص کر علامت حذف اور علامت خط کے استعمال سے وہ معانی کے پھیلاؤ کا احساس دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ البتہ "چڑیا گھر" میں طویل جملے بغیر اوقاف کے بھی موجود ہیں۔ جو سانس کی طوالت کا احساس دلاتے ہیں اور بیانیہ کو پُر اثر بنادیتے ہیں۔"(۴)

احمد جاوید کے افسانوں میں بھی سماجی حقیقت نگاری دیکھنے کو ملتی ہے۔ بہار کی رات میں ایک شخص جو ایسے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جو ویران ہے اور زنگ آلود تالا اس میں تنہائی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ اس افسانے میں احمد جاوید نے کسی بھی کام کے لیے جوش و جذبے کو ضروری قرار دیا ہے۔ احمد جاوید کے مطابق رکے ہوئے حالات ہوں یا موسم، ان میں اچانک بدلاؤ آتا ہے۔ افسانہ آثار میں وہ تبدیلی کی نوید سناتے ہیں۔

افسانہ جنگل جانور آدمی کا مرکزی کردار انسانوں کے درمیان گھٹن محسوس کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں پہچان پاتا ہے کہ یہ انسان ہیں یا کسی جنگل میں جانور یا درخت۔ افسانہ آسیب زدہ رات میں اس زمانے کا ذکر ہے جو نہ کٹتا ہے نہ ختم ہوتا ہے۔

یوسف حسن احمد جاوید کی افسانہ نگاری کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"احمد جاوید اردو افسانے کی روایت میں ایک منفرد افسانہ نگار ہے۔ اتنا منفرد کے اس کے افسانے پڑھتے ہوئے کوئی دوسرا نام ذہن میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"(۵)

افسانہ آثار بھی ایسی ہی کہانی جس میں احمد جاوید نے وقت نہ بیتنے کا شکوہ کیا ہے۔ جو دم گھٹنے کا باعث ہے۔ جنگل جانور آدمی کا مرکزی کردار بھی اپنی اندر کی دنیا کو بساتا ہے اور اسے ایک جنگل کی مانند قرار دیتا ہے۔ وہ اپنے داخل کو کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے۔ تو جوں جوں آگے جاؤ گے جنگل خود تمہارے اندر داخل ہونے لگے گا۔ کیا وہ انسان ہے یا درخت یا اس کے اردگرد آدمی ہیں یا درخت حقیقت میں وہ آدمیوں کے درمیان اوندھا ہوا شخص تھا جو خود کی تلاش میں اس راہ پر چل پڑا تھا۔ افسانہ چڑیا جو اپنی تلاش میں ہے۔

"موسم کچھ ٹھیک نہیں تھا مگر اس تنہا چڑیا کو شاید ہوا سے کھیلنا مرغوب ہوا تھا۔ حالانکہ سرپھری ہوا کا کیا اعتبار اس سے کیا کھیلنا مگر وہ جو تنہا ہو گئی تھی اپنا آپ فراموش کر

بیٹھی تھی۔ اسے اس ان دیکھی انجانی ہوا سے کچھ تعلق ہو گیا تھا۔ وہ شاید دیکھنا چاہتی تھی۔ جاننا چاہتی تھی محسوس کرنا چاہتی تھی۔"(۶)

احمد جاوید کے مطابق انسان کا ضمیر ایک چڑیا کی مانند ہے جو بند کمرے میں ہو۔ وہ اپنی آواز کی بازگشت پر فیصلہ نہیں کر پاتا۔ یہ اندر سے آواز آئی ہے یا باہر سے۔ احمد جاوید اس دور کے انسان کی داخلی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ بند آنکھوں کے پیچھے ایک ایسے ہی آدمی کی کہانی ہے۔ اس افسانے میں زندگی کی اصل حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے جو کہ ناگہانی صورتحال کے باعث ایک عجب موڑ پر آ کھڑی تھی۔

افسانہ آکاس بیل کا کردار بھی اپنے اندر ایک طوفان برپا دیکھتا ہے۔ اسے اپنے اندر کی آواز یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ تم کون ہو؟ افسانہ آکاس بیل کا کردار بھی ایسے ہی مسائل کا سامنا کرتا ہے اور فیصلہ نہیں کر پاتا کہ یہ آواز اندر سے ہے یا باہر سے۔

"وہ پوچھتا ہے کون؟ جواب آتا ہے۔۔۔۔ میں! میں؟؟۔۔۔۔ میں تو ادھر ہو دروازے کی اس طرف یہ دوسرا کون ہے؟ اور کیوں دستک دیتا ہے۔"(۷)

احمد جاوید کے بیشتر افسانوں کے کردار اسی سکون کی کوشش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ احمد جاوید اس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ حالات کتنے ہی کٹھن کیوں نہ ہوں ایک جیسے نہیں رہتے۔ وقت نے بدلنا ہوتا ہے لیکن امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ افسانہ دمدار ستارے میں علامتی انداز میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ وقت ایک جیسا نہیں رہتا طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی جب حالات ویسے ہی تھے تب بھی وہ اچھے وقت کے منتظر دکھائی دیتے ہیں۔

احمد جاوید کے بیشتر افسانوں میں گرمی کا موسم کا اور حبس کا ذکر ملتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے گھٹن پھیلی ہے۔ احمد جاوید کے افسانوں میں کرب دیکھنے کو ملتا ہے۔ احمد جاوید کے افسانوں کے اکثر کردار اپنی زندگی سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ احمد جاوید نے آدمیوں کے رویوں پر شدید تنقید کی ہے۔ احمد جاوید کے افسانوں میں اکثر زندگی بے معنی سی لگتی ہے۔ وہ اس کے لیے کوئی کوشش نہیں رکھتے۔

چڑیا گھر میں احمد جاوید نے زندگی کی منہملیت کو بیان کیا ہے۔ افسانہ چڑیا گھر کا کردار اپنی بے معنی زندگی کو یوں بیان کرتا ہے۔ مذکورہ افسانے کا کردار زندگی کو بے معنی سمجھتا ہے۔ افسانہ شام اور پرندے میں بھی زندگی کی منہملیت نظر آتی ہے۔ احمد جاوید کے اکثر افسانے پر امید رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ احمد جاوید خارجی حالات کے

باعث ناامید لوگوں کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ انتظار کریں کہ ہر موسم نے بدلنا ہوتا ہے۔ موسم کو علامتی انداز میں اظہار کیا ہے۔ احمد جاوید اپنے کرداروں کو ناامیدی کی طرف مائل نہیں ہونے دیتے ہیں بلکہ امید کی دوڑ سے بندھے رکھتے ہیں۔ احمد جاوید کے اندر امید کے ساتھ وقت اور حالات بدلنے کا یقین محکم ہے۔ احمد جاوید خارجی حالات کے باعث پھیلی انسان کی اندرونی گھٹن پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ جس کا موسم اور اس سے متعلقہ حشرات کا ذکر ملتا ہے۔

”فرش پر پتنگوں کے جلے ہوئے پر پڑے ہیں اور پتنگے بھی۔ پتنگے جس کے دنوں میں ہوتے ہیں یا کہیں سے آ جاتے ہیں۔ یا کہیں چھپے ہوئے ہیں اور گھٹن سے وحشت زدہ ہو کر نکل آئے ہیں۔ تو یہ حبس کے دن ہوں گے۔“(۸)

احمد جاوید کی انفرادیت اس کے مخصوص اسلوب سے صاف پہچانی جاتی ہے۔ افسانہ گمشدہ شہر کی داستان میں افسانے کے مرکزی کردار کو ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ چھت گر جائے گی۔ ہم اس کے ملبے تلے دب جائیں گے۔

”۔۔۔ اور پھر جس کی آنکھ صبح سب سے پہلے کھلی سب سے پہلے حیران ہوا۔ وہ ادھر ادھر دوڑتا جاتا اور چیختا جاتا تھا۔ کہ ہم کہاں ہیں تب لوگ جاگے اور حیران بھی ہوئے کہ واقعی ہم کہاں ہیں۔ کیوں کہ آج تو سرے سے مکان ہی غائب تھے۔ زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ گلیاں اور سڑکیں سلامت تھی مگر نہ گلیوں کے کنارے مکان تھے اور نہ سڑکوں کے کنارے دوکانیں۔ سب ویران تھا جس سے لوگوں نے سب کو دیکھ لیا۔ سو لوگ کھلے میدانوں میں پڑے تھے۔ اور ان کا سامان ان کے آگے پیچھے بکھرا پڑا تھا۔“(۹)

حوالہ جات

۱. احمد جاوید، غیر علامتی کہانی، اسلام آباد: گندھارا بکس، ۱۹۸۳ء، ص ۳۲۴

۲. ایضاً، ص ۲۵۵

۳. ایضاً، ص ۲۷۰

۴. نوازش علی، ڈاکٹر، احمد جاوید کی افسانہ نگاری، مشمولہ "پاکستان میں اردو ادب کے پچاس سال"، مرتب: ڈاکٹر نوازش علی

۵. یوسف حسن، احمد جاوید کی افسانہ نگاری، مشمولہ، فنون، لاہور، جنوری، اپریل، ۱۹۹۳ء، ص ۳۱۵

۶. احمد جاوید، چڑیا گھر، اسلام آباد: گندھارا بکس، ۱۹۹۶ء، ص ۲۲۲

۷. احمد جاوید، غیر علامتی کہانی، اسلام آباد: گندھارا بکس، ۱۹۸۳ء، ص ۲۹۵

۸. ایضاً، ص ۲۶۹

۹. احمد جاوید، گمشدہ شہر کی داستان، اسلام آباد: گندھارا بکس، ۲۰۰۲ء، ص ۳۷۰